

چلی ضیاء الحق حسام الدینؒ

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی معنوی کے دفتر چہارم کے آغاز میں فرماتے ہیں :

ہم چنان مقصود من زیں مثنوی اے ضیاء الحق حسام الدین تویی

یہ ضیاء الحق حسام الدین جو مثنوی معنوی کا مقصود و مطلوب ہے اور مولانا نے جن کا ذکر ان اعلیٰ الفاظ میں فرمایا ہے۔ اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ، عالم اور صوفی تھے۔ نسلاً ترک تھے اور ترکوں کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو انہی تحریک سے وابستہ تھا۔ حسام الدین کے باپ دادا اناطولیہ کے ممتاز انہی تھے۔ ان انہی ترکوں میں سے ایک معزز گھرانہ ارمیہ سے قویہ منتقل ہو کر آیا اور اسی گھرانے میں حسام الدین پیدا ہوئے۔ اگرچہ ان کی تاریخ ولادت کسی تذکرے میں مذکور نہیں ہے مگر افلاکی کے ایک بیان سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ ۶۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔

حسام الدین کا نام حسن، باپ کا نام محمد اور دادا کا نام بھی حسن تھا، وہ ابن انہی ترک کہلاتے تھے اور حسام الدین بھی ابن انہی ترک کے نام سے مشہور ہوئے۔ حسام الدین ابھی کم سن ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا مگر اس عہد کے نامور فضلا، صوفیا اور علما سے انھوں نے علم شریعت و طریقت حاصل کیا۔ جب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نو جوانی کے باوصف علم و عمل کے میدان کے شہ سوار تھے۔ چلی حسام الدین نے مولانا کے حلقہٴ ارادت میں داخل ہوتے وقت اپنا سارا مال و متاع اللہ کی راہ میں نثار دیا، تمام غلاموں اور باندیوں کو آزاد کر دیا، گویا فکر دنیا سے داورستہ ہو کر عرفان رومی کی خدمت میں آئے اور فکر و عمل کی تمام تر توانائیوں کو ذکر الہی، تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کے لیے وقف کر دیا۔

حسام الدین اور ضیاء الحق ان کے القاب ہیں جو پیر رومی کی بارگاہ سے انھیں عنایت فرمائے گئے۔ اس طرح ”چلی“ کا لفظ جو سابقہ و لاحقہ کے طور پر ان کے نام کے ساتھ آتا ہے، ایک لقب ہی ہے۔ قدیم ترکی میں اس لفظ کے معنی حسین و جمیل معشوق کے ہیں، لیکن جلد ہی اس کا استعمال معشوق حقیقی کے ساتھ مختص ہو گیا۔ بعد میں چلی“ ارباب قلم کو بھی کہا جانے لگا۔ اور علما و فضلا کے لیے اظہارِ احترام کے طور پر

اسے نام سے پہلے یا بعد میں شامل کر لیا گیا۔ صاحب الجواہر المصنوعہ فی تراجم الحنفیہ کے نزدیک اس مفہوم میں ”چلیپی“ مترادف ہے ”مولائی“ کا۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ اس لفظ کے معنی ہیں ”سیدی“۔ بہر کیف سلسلہ مولویہ کے مشائخ میں سب سے پہلے ”چلیپی“ کا لقب حسام الدین ہی کے لیے استعمال کیا گیا اور آپ کے بعد اس سلسلے کے شیوخ لازماً چلیپی سے ملقب کیے گئے۔ یہی لفظ عربی میں ”جلیبی“ و ”شلیبی“ بن گیا اور ترکوں میں علما کے لیے استعمال ہونے لگا۔

چلیپی حسام الدین نے بیس سال سے بھی کم عمر میں مولانا رومی کا قلاۃ ارادت اپنے گلے میں ڈالا اور مولانا کے دونائیں مولانا شمس الدین تبریزی اور صلاح الدین زرکوب سے بھی کسب کمال کیا اور مولانا شمس الدین تبریزی کی غیبت آخری کے وقت جو ۶۲۵ھ میں پیش آئی آپ بھی سخت مضطرب تھے۔

چلیپی حسام الدین کی دیانت و حسن انتظام سے مولانا اس درجہ متاثر تھے کہ اپنے اوقاف کی آمدنی کا ان ہی کو نگران مقرر فرمایا تھا نہ یہ جو کچھ فتوح سے حاصل ہوتا ان کے ہاں بھجوا دیتے اور ان ہی کے ذریعے مولانا کے متعلقین و مریدین پر یہ رقم خرچ ہوتی تھیں، مگر خود چلیپی حسام الدین کے ورع کا یہ عالم تھا کہ اس میں سے ایک گھونٹ پانی کے سوا اپنی ذات پر کچھ صرف نہ فرماتے تھے۔ دوسری جانب مولانا کا یہ دستور تھا کہ جو کچھ آتا اسے چلیپی ہی کے پاس بھجوا دیتے اور ان ہی کے ذریعے اسے صرف کیا جاتا۔

مناقب العارفین کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ امیر تاج الدین نے ان سے سات ہزار دینار مولانا کی خدمت میں بطور نذرانہ کیے اور لکھا کہ یہ حلال کی کمائی ہے۔ مولانا نے خدام سے فرمایا کہ اسے چلیپی حسام الدین کے پاس لے جاؤ۔ مولانا کے صاحب زادہ سلطان ولد نے عرض کیا کہ گھر میں کچھ نہیں ہے اور جو کچھ آتا ہے سب حسام الدین کے پاس بھیج دیا جاتا ہے، آخر ہم لوگوں کا کام کیسے چلے گا؟ مولانا نے فرمایا ”بہار الدین! اگر لاکھ زاہد کامل متقی حالاتِ محضہ میں پڑے ہوں اور میرے پاس ایک روٹی ہو تو بھی کسی کا خیال نہ کروں گا اور اسے بھی حسام الدین ہی کے ہاں بھیجوں گا خواہ ان کے پاس دنیا بھر کا مال جمع ہو۔ کیوں کہ وہ مردِ خدا ہیں اور ان کا سارا کام خدا کے لیے ہے۔ ان کو دنیا کے مال سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ انھیں اس میں تصرف کرنا حلال ہے اور دوسروں کے لیے حرام، کیوں کہ دوسروں میں یہ بات نہیں“ جب یہ رقم چلیپی حسام الدین کے پاس پہنچی تو انھوں نے اس میں سے سلطان ولد، ان کے بھائی چلیپی امیر عالم اور سوتیلی والدہ فرما خاتون کے ہاں بقدر ضرورت بٹیسے بھجوائے اور خود اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔

چلی حسام الدین مولانا کا اس درجہ ادب کرتے تھے کہ مدت العمر مولانا کے وضو خانے میں وضو نہ کیا اور سخت سے سخت سردی میں بھی گھر جا کر وضو کر کے آتے اور مولانا کے ساتھ نماز ادا کرتے۔

مولانا کے ایک مکتوب سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے چلی کی سفارش کر کے انھیں خانقاہ ضیا اور لالہ کاشیخ مقرر کرایا تھا۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جو چلی کو ملا اور اس سے مولانا کے اس حسن ظن کا بھی حال معلوم ہوتا ہے جو انھیں اپنے اس مرید خاص سے تھا، لیکن چلی کی نسبت مولانا کے دلی خیر کا حال مثنوی کے ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے دفتر اول کے سوا ہر دفتر میں لکھے ہیں اور جن کی تعداد چونتیس^{۳۳} ہے۔ ان اشعار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مولانا کے مرید نہیں بلکہ خود مولانا ان کے مرید ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ ان کے نام پر مولانا نے مثنوی کو ”حسامی نامہ“ بھی کہا ہے۔ دفتر ششم کے آغاز میں فرماتے ہیں:

گشت از جذب چو تو علامہ در جہاں گرداں ”حسامی نامہ“

مولانا کے خلیفہ شیخ صلاح الدین زرکوب نے محرم ۶۵۷ھ میں انتقال کیا تو مریدوں میں سب سے نمایاں و سربراہ وہ چلی حسام الدین ہی تھے، اس لیے ان ہی کو اختصاص حاصل ہوا اور ان ہی کو مولانا کی نیابت عطا ہوئی۔ مگر مستقل خلافت ۶۶۲ھ میں ملی اور دس سال تک قائم رہی۔ جمادی الاخریٰ ۶۷۷ھ میں مولانا نے انتقال فرمایا تو ایک روایت کی رو سے آپ کی وصیت کے مطابق اور دوسری روایت کی رو سے مولانا کے فرزند سلطان ولد اور مریدوں کے اتفاق سے چلی حسام الدین آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ گیارہ سال تک اس منصب بزرگ پر فائز رہنے کے بعد ۱۲ شعبان ۶۸۳ھ مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۲۸۲ء کو وفات پائی اور مولانا کے مقبرے میں پیوند خاک ہوئے۔ دور جانشینی میں چلی نے مولانا کا مقبرہ تعمیر کرایا اور سلسلہ مولویہ کا یہ اصول مقرر کیا کہ محفل سماع نماز جمعہ کے بعد تلاوت قرآن شریف سے شروع ہوتی اور اس کے بعد مثنوی پڑھی جاتی۔

مولانا کے فرزند سلطان ولد کی روایت ہے کہ ایک بار کسی نے مولانا سے یہ دریافت کیا کہ آپ کے اصحاب خاص مولانا شمس الدین تبریزی، شیخ صلاح الدین زرکوب اور چلی حسام الدین میں کون اعلیٰ ہے۔ مولانا نے فرمایا، شمس مثل آفتاب ہیں، صلاح الدین ماہتاب کے مانند ہیں اور حسام ستارہ ہیں لیکن حقیقت میں تینوں صاحبان یکساں ہیں:

ہمہ را یک شناس چو کہ ترا می رسانند ہر یکے بخدا
دامن ہر یکے کہ گیری تو زندہ گردی و گرنہ میری تو

مگر چلی حسام الدین کو سب سے بڑی خصوصیت یہ حاصل ہے کہ ان ہی کی فرمائش پر مولانا نے مثنوی لکھنا شروع کی۔ انھوں نے ۶۵۸ میں مولانا سے عرض کیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ شیخ فرید الدین عطار کی منطق الطیر کے طرز پر ایک مثنوی تحریر فرما دیتے۔ مولانا نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی یہی خیال آ رہا ہے، چنانچہ مثنوی کی تحریر کا کام شروع ہوا۔ چلی حسام الدین مثنوی کی خود کتابت کرتے اور مولانا کو سناتے تھے۔ پہلی جلد کی تحریر کے بعد چلی کی زوجہ محترمہ کا انتقال ہو گیا اور محض دنیا میں ایسا الجھے کہ قریب قریب دو سال تک مثنوی کے لیے مولانا سے اصرار نہ کر سکے۔ چنانچہ مثنوی کا سلسلہ بھی موقوف رہا۔ جب چلی کو یکسوئی ہوئی تو انھوں نے تحریک کی اور دفتر دوم کا آغاز ہوا اور یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ مولانا دفتر دوم کے شروع میں فرماتے ہیں:

مدتی ایں مثنوی تاخیر شد مہلتی بایست تاخوں شیر شد

چوں ضیاء الحق حسام الدین غناں باز گردانید ز اوج آسماں

چوں بمعراج حقایق رفتہ بود بلبل بہارش غنچہ ہا نشگفتہ بود

چلی حسام الدین سے متعلق مدحیہ اشعار مثنوی کے دفتر اول کے سوا بقیہ پانچوں دفاتر میں موجود ہیں، دفتر دوم کے اشعار اوپر درج کیے گئے ہیں۔ تیسرے دفتر کے آغاز میں فرماتے ہیں:

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

دفتر چہارم میں فرماتے ہیں:

اے ضیاء الحق حسام الدین توئی کہ گزشت از مہ بنورت مثنوی

مثنوی را چوں تو مبدا بودہ گزفروں گرد د تو اش افردہ

دفتر پنجم کا آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

شہ حسام الدین کہ نور انجم است طالب آغاز سفر و نجم است

اے ضیاء الحق حسام الدین راد استادان صفارا استاد

دفتر ششم میں چلی کا ذکر یوں آتا ہے:

میل می جو شد بقسم ساوسی
پیش کش می آردت اے معنوی

مآخذ

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا :

- ۱۔ سلطان بہار الدین ولد، مثنوی ولدنامہ، طبع ایران
- ۲۔ فریدوں بن احمد سپہ سالار، رسالہ، طبع ایران ۱۳۲۵ھ ش
- ۳۔ شمس الدین احمد افلاکی، مناقب العارفین، طبع انقرہ ۶۱-۱۹۵۹ء (در دو مجلد)
- ۴۔ قاضی تلمیذ حسین، صاحب مثنوی، دار المصنفین، اعظم گڑھ ۱۹۶۶ء
- ۵۔ علامہ شبلی نعمانی، سوانح مولانا روم، مکتبہ دین و دنیا، لاہور ۱۹۵۹ء
- ۶۔ مولانا روم، مثنوی معنوی، طبع نول کشور، لکھنؤ ۱۹۳۸ء
- ۷۔ محمد ابن بطوطہ، الرحلۃ، مصر ۱۲۸۷ھ (در دو مجلد) (تحفۃ النظائر فی غرائب الامصار و عجائب الاسفار)
- ۸۔ عبد القاسم بن محمد القرشی، الجواهر المصیۃ فی طبقات الخفیۃ، حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ (در دو مجلد)

سر سید اور اصلاحِ معاشرہ

شاہد حسین رزاقی

اسلامی ہند کے مشہور روح سید احمد خاں کی اصلاحی کوششوں نے مسلم معاشرے میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اس کتاب میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ سر سید کے زمانے میں معاشرے کی حالت کیا تھی؟ انھوں نے اپنی زوال پذیر قوم کی ہر جہتی اصلاح و ترقی کے لیے کیا کوششیں کیں۔ یہ کوششیں کس طرح ایک ملک گیر اصلاحی تحریک بن گئیں، مستقبل پر ان کا کیا اثر پڑا اور معاشری اصلاح کے لیے سر سید کا منصوبہ کہاں تک کامیاب ہوا۔

قیمت : ۸ روپے

صفحات : ۲۵۵

ملنے کا پتہ : ۱۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور